

پُہنچی وہیں پہ خاک

عِفّت سحر طاہر

ناولٹ

پر ہاتھ جمائے کھڑا دیکھ کر میری زبان تالو سے چپک گئی۔
”مگر اس کی شادی تو سومیہ سے ہو رہی ہے اور وہ
دل و جان سے اس شادی پر راضی ہے۔ غلط بدو عا میرا
مست ہو۔ یوں کہو کہ اگر وہ سومیہ سے شادی نہ کرے
کنوارا ہی رہے۔“

نورین کو از میر پر کچھ زیادہ ہی غصہ تھا۔
مگر اس وقت جو کچھ میری آنکھیں دیکھ رہی تھیں
اس سے وہ سب انجان تھیں کیونکہ بد قسمتی سے ان
کی پشت پر ”دید وینا“ نہیں تھا۔
”نہیں۔۔۔ خیر اب اپنی پسند کی شادی کرنا ایسا بھی

”اس دنیا میں اگر آخری لڑکا بھی بچتا اور وہ از میر
بٹ ہوتا تو میں اس سے شادی سے بستر خود کشی کو
گردانتی۔ خدا کسی لڑکی کو از میر بٹ جیسا منگیتر نہ
دے۔“ میرا انداز ہمیشہ کی طرح جذباتی تھا۔
مگر میری بات سن کر چڑیا جیسے دل کی مالک ربیعہ کو
کچھ ہوا تھا۔

”بائے رو بھا۔ تو کیا تم کنواری ہی مر جاؤ گی؟“ اس
کی فضول پیش گوئی پر میں نے اپنے دو بھی جذبات کو
نہ الوقت ایک طرف رکھتے ہوئے وائٹ پیس کر کہا۔
”تم تو اپنا منہ بند ہی رکھو۔ نا صرف دل بلکہ دماغ

عفت سحر پاشا



کوئی جرم نہیں ہے۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ ہر مرد
شریعت کی اس شق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چار
شادیاں کرنی چاہئیں۔ ہمیں نے تھوک نچتے ہوئے
بمشکل مسکرا کر کہا تو وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھنے
لگیں۔

”کس قدر ظالم ہو تم رو بھا۔ ابھی تو جھولی بچھا
پھیلا کر از میر بٹ کے نام کی بد دعائیں لٹکھ کر پارسل
کر رہی تھیں۔ اور ساتھ ہی بیچاری سومیہ کی زندگی
میں کروڑ میزائل جیسی چٹائی لانے کے ورپے ہو گئی
ہو۔“

فاقہ نے متاسفانہ انداز میں کہا تو میں گہری سانس
بھر کر رہ گئی۔ اب اگر آج ہماری موت آئی گئی تھی

بھی چھوٹے سائز کا ہے۔ دادو یونی تمہیں چڑیا نہیں
کہتیں۔“

”بائے سومیہ۔۔۔“ ہمیں اپنی بحث میں الجھا ہوا
پاکر فاقہ نے صبیحہ خانم جیسی کہو بھری تو ہمیں اپنا
سابقہ موضوع تمار جوش و خروش کے ساتھ دوبارہ یاد
آ گیا۔

”اللہ کرے از میر بٹ تمہاری شادی بھی کسی ایسی
جگہ ہو جہاں لڑکی تم سے شادی کرنے پر بالکل بھی رضا
مند نہ ہو۔“

میں نے پھر سے اسے پتا نہیں دعا دی یا بد دعا۔ مگر
ساتھ ہی نگاہ سامنے دروازے کی طرف اٹھی تو از میر
بٹ کو خشکیں نظروں اور کڑے تیوروں کے ساتھ کمر

مردوں کو چار شاہیوں کی اجازت ہے۔ بس یہی دین و دنیا کی باتیں کر رہی تھی ان سے۔“
میں ہمیشہ کی طرح دھڑائی سے مگر تھی تو وہ کئی لمحوں تک تیز نظروں سے مجھے گھور رہا۔

اب ظاہر ہے اتنا ہی توقف تو نہیں تھا کہ کانوں میں کو غلط سمجھ کر مجھے سچا مان لیتا۔ مگر اس وقت شاید وہ اپنے مخصوص قائلانہ موڈ میں نہیں تھا اس لیے دلوا جان کی تاریخی ہندو کی کارکردگی چیک کرنے کا ارادہ کسی اور وقت پر ڈالتا اپنی بہن کی طرف مڑ گیا۔

”اور تم اس کی فضول گوئی سے بہرہ ور ہونے کے بجائے کبھی بچن میں جھانک لیا کرو تو شاید اس طرح تمہاری عاقبت سنور جائے۔“ اس کے طنز نے سدا کی کام چور زرمینہ کو پانی پانی کر دیا مگر میری زبان میں پھر سے تھجلی ہوئی تھی۔

”مگر یونہی عاقبت سنورنے لگے تو ہر کوئی بچن ہی میں پایا جائے۔“ ساتھ ہی میں نے اپنی زبان دانٹوں سے دبلی۔ وہ سب بھی یقیناً میری بد زبانی پر دل تھائے بیٹھی تھیں۔ میں نے زبردہ نظروں سے سامنے دیکھا تو لیدر کی براؤن چپل میں متعید محض اس کے سر کھائی دیے۔

”کچھ غلط نہیں ہوگا اگر یہ آج ہی دادا جان کی تاریخی ہندو کی مڑائی لے لے۔“ میں نے دل ہی دل میں آہ بھرتے ہوئے اپنی بھری جوانی کی متوقع موت کا افسوس منایا تھا۔

”تم لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟“ وہ یقیناً حیران تھا۔ بھلا لڑکیوں جیسی حقیر صنف (موصوف) کے خیال میں) میں اتنی اہمیت کہاں کہ وہ اس کے سامنے چہرہ پھڑپھڑائیں۔

زرمینہ تو فوراً ہی اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے بچن کی طرف بھاگی تھی۔

”میں ذرا عصر پڑھ آؤں۔“ چڑیا نے بھی آؤنے کو، تو لے تو وہ پشہ سروں پر اوڑھے معزز ترین دیکھائی اپنے کی ”کوشش“ کرنی فائدہ اور نورین بھی اس کے ساتھ

میں بیچاری گیا کر سکتی تھی۔ وہ یونہی کڑے تیور لیے ان کے سر پر تن کھڑا ہوا تھا۔ دینے قائلین نے اس کے پیروں کی آہٹ جذب کر لی تھی ورنہ وہ شاید اس ”ناگمانی“ سے باخبر ہو ہی جاتیں۔

”میرا بس چلے تو میں دلوا جان کی تاریخی ہندو کا تار کر۔“

”شایاں۔ یہاں تو بڑی عالمانہ گفتگو ہو رہی ہے۔“ میری چڑیا جیسی بہن کی بات، زندگی میں پہلی مرتبہ کھیل کھلونوں سے بڑھ کر ہندو تک پہنچی تھی مگر از میرٹ کے طنز سے بھرپور لہجے نے اس کے اس ”تاریخی“ جملے کا گلا گھونٹ دیا۔

”ہاں تو چڑیا صاحبہ! کیا کریں گی آپ اس تاریخی ہندو کو تار کر؟“

وہ بڑے طنزیہ انداز میں پوچھ رہا تھا اور ریجہ بیچاری پر سر سے پاؤں تک لرزہ طاری تھا۔

”وہ۔۔۔ میں۔۔۔ دراصل وہ تاریخی ہندو ہے نا۔ لٹکے لٹکے زنگ آلود ہو گئی ہے تو میں کافی عرصے سے سوچ رہی تھی۔ اسے تیل وغیرہ دوں۔“

وہ جو منہ میں آیا بولے گئی۔ کوئی اور موقع ہوتا تو ہم سب کانہی کے مارے برا حال ہو آگرنی لال تو سب کو اپنی شامت سر پر کھڑی محسوس ہو رہی تھی۔

”اس کی تم فکر مت کرو۔ اسے میں وقتاً فوقتاً“ صاف کرتا رہتا ہوں بلکہ اب کافی عرصے سے اس کی ”کارکردگی“ چیک کرنے کا سوچ بھی رہا ہوں۔“ اس نے بڑے رمان سے کہا تو چڑیا صاحبہ کی رہی سہی بولتی بھی رہند ہو گئی۔

”اور تم۔۔۔“

وہ میری طرف پلٹا تو میں دل ہی دل میں جل تو جلال تو۔ کا درد کرنے لگی کہ جب ”بٹ“ کو غصہ آتا تھا تو پھر یہی ایک درد کا کام آتا تھا۔

”تم کیا پٹیاں بڑھا رہی ہو ان سب کو۔؟“

”کچھ بھی تو نہیں“ یونہی باتوں باتوں میں مردوں کی شاہی کا ذکر چلا تو میں انہیں بتا رہی تھی کہ شریعت میں

اور وہ بھی اس پنڈم مصیبت کی وجہ سے۔
 ”میرا بھائی ہے ہی اس قاتل کہ کوئی بھی اس کے
 پیچھے جوگ لے لے۔“ زرمینہ نے اپنی ”معاذت“
 سنوارنے کے بعد دانت نکالتی چلی گئی تھیں۔ میں
 نے بلا تکلف اس کی چٹا کھینچی۔
 ”تھو۔ اپنے بھائی کی خاطر گروپ سے غداری
 کر رہی ہو۔“

”سوری۔“ اس نے فوراً ہاتھ جوڑ دیے تھے۔
 مجھے بھی یہ سوچ کر اسے معاف کرنا ہی پڑا کہ جتنے تین
 دنوں سے وہ اپنے بھائی کو کونے میں ہماری شرارت وار
 رہی تھی۔

آخر کیا کرتے از میرٹ کا جرم ہی اتنا سنگین تھا۔
 سومیرے بشیر ہماری بڑی چھو کی اگلی دختر نیک اختر۔
 چھو چھو تو اس کی پیدائش کے چند گھنٹوں بعد ہی اللہ سے
 چاٹیں جبکہ پانچ سال پہلے چھو بھانجان بھی داغ مفارقت
 دے گئے تھے۔ محبت کرنے والے دادا، دادی اور
 شفقت لٹانے والے تایا، چچا مگر یہ نہیں جہ ماہ قبل
 سومیرے بشیر پر کیا القاد آپڑی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ
 نضیال آئی تھی۔

منفرد اور تنگ چڑھی سی سومیرے کا ماب ہی نے
 بڑے جوش سے استقبال کیا تھا۔ ہمیں بھی
 ”خوبصورت کرن“ رکھنے کا غر حاصل ہوا۔ مگر جلد ہی
 اس کی تنگ چڑھی طبع نے ہمارے دل کھٹے کر دیے۔
 لیکن دادو کو اپنی نواسی کس قدر پیاری تھی کہ آج سے
 تقریباً ایک ماہ پہلے ہی اپنے پیارے اور آنکھوں کے
 تارے پوتے از میرٹ کو اپنے قریب المرگ ہونے کا
 غم دے کر اس سے عکس کرادی۔ اور خود دنوں میں
 صحت مند ہو گئیں۔

از میرٹ چاہے لاکھ منزل تھا؟ آئو تھا یا غصیل۔
 مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت پنڈم بھی تھا۔
 اسی لیے اس کی غیر متوقع منتقلی نے ہم گزرتے کے معصوم
 دلوں کو خاصا دھچکا پہنچایا تھا۔ تاکہ ہم میں سے کوئی بھی
 اسے ”ایسی ویسی“ نظروں سے نہیں دیکھتی تھی مگر یہ

ہوایں۔ اب لے دے کے ایک میں مسکین ہی بنی
 تھی بٹ کاغذ سنے کے لیے۔
 ”میرے خیال میں فاسخ وہ رہ کر تم لوگوں کا داغ
 خاصا رنگ آلود ہو گیا ہے۔ خصوصاً ”تھو۔“ ہمیشہ کی
 طرح مجھ سے بات کرتے ہوئے اس کا انداز بہت سختی
 لیے ہوئے تھا۔

بقول دادو۔ ”اس گھر میں ایک ہی باقی روح ہے
 اور وہ ہے۔ روح ناگل۔ یعنی کہ بادلست۔
 ”جہاں تک میرا خیال ہے میں نے خاص طور پر تو
 کچھ بھی غلط نہیں کہا۔“ میں دے دے لیے میں بولی
 اور ساتھ ہی بے اختیار اس کی طرف دیکھا تو وہ مجھ ہی کو
 گھور رہا تھا۔ اس کی ذہن اور زیرک آنکھیں ہمیشہ کی
 طرح مجھے ندس کر لیں۔ ایک یہ ہتھیار اس شخص
 کے پاس نہ ہو تا تو میں ”بٹ ہاؤس“ کے باقی لڑکوں کی
 طرح اسے بھی کسی سختی میں لائے بغیر چٹکیوں میں اڑا
 دیتی۔

”تم بچاؤ میرے ہاتھوں سے۔ اور خبردار جو آئندہ
 بھی شریعت کا کوئی انا سدا حاسط نکل کر پائی
 سب کا داغ خراب کرنے کی کوشش کی تو بہت بچھڑاؤ
 گی۔“ وہ مجھے دھمکتے ہوئے بولا گیا۔

”ہنس۔ منزل بد داغ آئو خان۔“ میرے کونے
 شہوے ہوئے تو وہ تینوں بھی مطلع صاف دیکھتے ہی لوٹ
 آئیں۔

”آئو خان نہیں آئو بٹ۔“ قاتل نے ہجج کی تو
 میں اس پر اٹھ بیڑی۔

”تھو اس بند گرو۔ ویسے تو بیان دا غنے میں سب
 سے آگے ہوتی ہو اور جب مصیبت آئے تو صرف
 دیکھنا لگے۔“

”تھو۔ اتنی پنڈم مصیبت تو ہر کوئی
 دیکھے۔“ تھو نے آئو داکر شرارت سے کہا تو میں
 بولی طرح بد مزہ ہوئی۔

”تھو مست۔ اور سومیرے کا حال دیکھو۔ بچاری تین
 دن سے کمرے میں بند ہے۔“ بھوک ہڑتال جاری ہے

بندوق رکھ کر نہیں چلا سکتا۔ پہلے ہی گھر والوں کی نظروں میں میرا بیچ خراب ہو چکا ہے۔“

”ہائے۔“ میرا ہاتھ بے ساختہ دل پر جا پڑا۔ کس قدر کمینہ تھا یہ از میری بٹ۔ کتنے شاطرانہ انداز میں پیچاری سومیہ کو مہو بنا رہا تھا۔ اور وہ ہلک رہی تھی۔ (بھلا از میری بٹ سے دستبردار ہونا کوئی آسان کام تھا)

”میرے سامنے یہ ٹسوے مت بہاؤ۔ میں تو اول روز سے اس رشتے سے خوش نہ تھا۔ نہ دادو اپنی جان کا واسطہ دیتیں اور نہ آج مجھے یہ ذلت سہنا پڑتی۔ اب تم ہی جا کے دادو کو سب بتا دو تاکہ میری جان اس عذاب سے چھوٹے۔“ وہ دانت پیس رہا تھا۔

”اصولاً“ تو عقلمندی یہی ہوتی کہ میں شرافت سے لٹے پاؤں ہو لیتی۔ مگر از میری بٹ کے سامنے جا کر اسے شرمندہ کرنے اور ”ہمزاز“ بن جانے کا ادراک کرانے کا اور کون سا موقع ہوتا؟ میں بلا جھجک کمرے میں داخل ہو گئی۔

اندر کا منظر حسب توقع تھا۔ سومیہ اپنے بستر کے کنارے رکی آنسو بہا رہی تھی اور وہ بھوکا شیر بہا گیا بکری کے پنجرے کے سامنے ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔

”بہت خوب۔ کیا چالیں چلی جا رہی ہیں ایک معصوم لڑکی کے ساتھ۔“ اپنی دانست میں اس کی ایک کمزوری تو میرے ہاتھ لگ ہی چکی تھی سو میں نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا تو وہ دونوں ہی چونک گئے۔

”لو۔ ایک اور معصومہ آگئی ہے۔“ وہ بھی طنزاً بولا تو میں سومیہ کے پاس بیٹھ کر اسے تسلی دینے لگی۔ ”تم کیوں اپنے قیمتی آنسو بہا رہی ہو۔ پتا تو ہے مزے ذات ہوئی ہی ہے وفا ہے۔“ میں نے اپنے لب و لہجے

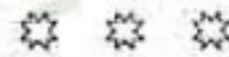
میں سن ساٹھ کی ہیروئن کا سا بحر پور درد سمونے کی کوشش کی تو وہ میرے سر پر آکھڑا ہوا۔ ”تم اپنے فلمی ڈائلاگ سمیٹو اور یہاں سے دفعتاً ہو جاؤ۔“

صدمہ کیا کم تھا کہ اتنے سالوں تک دادو کو گھر کی لڑکیوں میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں لگی تھی کہ یوں فٹ سے اپنے قابل پوتے کے پلو سے باندھ دیتیں جیسے کہ سومیہ کو باندھا تھا۔

ہمیں غصہ اس بات کا تھا کہ دادو کو ہماری صلاحیتوں پر ذرہ برابر بھی اعتبار نہیں تھا۔ مگر ہمارا سارا غصہ اور سومیہ جیسی حسین کزن سے خار اس وقت تاسف میں بدل گیا جب از میری بٹ۔ جی ہاں اسی سر پھرے بٹ نے سومیہ جیسی قتالہ سے شادی سے انکار کر دیا۔

ہماری ساری ہمدردیاں سومیہ کے ساتھ ہو گئیں۔ اس نخوت زدہ کزن کا دکھ ہمارے سینے پر ہاتھ مارنے لگا اور تمام غصہ از میری بٹ پر نکلنے لگا۔ گھر والے جو ہر وقت اسے آنکھوں پر بٹھانے کو تیار رہتے تھے یکنخت ہی اس سے کھینچ گئے۔ دادو بھی اپنے منظور نظر کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے لگیں۔ اور اپنی تمام تر اسرار شنس کے باوجود از میری بٹ ہمیں کٹ کھٹا لگا۔

حق ہاں۔ اس بار بھی وجہ کوئی معمولی نہیں تھی۔ ایک بار پھر اس نے ہم جیسی حسین کزنز کو چھوڑ کر کسی اور لڑکی کو شادی کے لیے پسند کیا تھا۔ اور یہ وجہ ناقابل معافی جرم تھی۔



”مجھے لگتا ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ تم میری بھی زندگی برباد کر دو گی۔ نہ تو خود کسی طرف لگ رہی ہو اور نہ ہی مجھے لگنے دے رہی ہو۔“ مجھے سومیہ کے کمرے کے باہر ہی ایمر جنسی بریک لگانا پڑی کیونکہ اندر غصیلا بٹ اپنے پورے غیض و غضب کے ساتھ اس معصوم لڑکی پر برس رہا تھا۔

”میرو پلیز۔ پلیز میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کرو۔“ وہ روٹی ہوئی آواز میں ایک ہی التجا کیے جا رہی تھی مگر وہ اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔ ”تم جا کر دادو سے کہہ دو کہ میں نہیں بلکہ تم خود اس شادی پر راضی نہیں ہو۔ میں اپنے کندھے پر

لفظوں میں گنا تھا اس نے کہ وہ تم سے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ کسی اور کو پسند کر رہا ہے۔ وہ صرف شکل کا اچھا ہے۔ دل دیکھو کتنا سیاہ ہے اس کا۔ یہ بھلا اس قابل ہے کہ کوئی لڑکی اس کے لیے آنسو بہائے۔" میں اسے ہاتھوں کے گھیرے میں لیے مدبرانہ انداز میں سمجھا رہی تھی۔ ان دونوں وہ اپنا عزت در بھولے ہم سب کے کافی نزدیک آچکی تھی۔

ترپ کر بولی۔
 "ایسا مت کہو رو بھلا وہ تو اس قابل ہے کہ کوئی بھی لڑکی اس کے ساتھ پر فخر کر سکتی ہے۔ بس میں ہی بد قسمت ہوں جس کے نصیب میں اس کی ہم سفری نہیں لکھی۔" میرا دل اس کی بے بسی پر درد سے بھر گیا۔

وہ بیچاری خواہ مخواہ خود کو قصور وار ٹھہرا رہی تھی۔ اصل بد قسمت تو از میر تھا جو اتنی چاہنے والی لڑکی کو ٹھکرا رہا تھا۔ اب میں فقط اسے تسلی دینے کے علاوہ کچھ بھی کیا سکتی تھی سو وہی کرتی رہی۔



ان ہی دنوں جب گھر کی ہوائیں تک از میرٹ کے خلاف ہو چکی تھیں سو میرے کے تایا اپنے بیٹے زیادہ کے لیے سو میرے کا رشتہ مانگنے چلے آئے۔ ہم سب تو انشت بدندان تھے ہی داؤد بھی جلال میں آگئیں۔
 "ان کی یہ جرات۔۔۔ منگنی شدہ لڑکی کے لیے رشتہ۔۔۔" وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے مہمانوں کی ایسی کی تہی کرنے کو پوری طرح سے تیار تھیں مگر از میر مطمئن تھا۔

"تا ابھی رشتہ ہاتھ سے منگوانا عقلمندی نہیں ہے داؤد لڈر اڑھنگ سے بات کیجئے گا ان لوگوں سے۔"
 "اے ہے۔۔۔" داؤد کی آنکھیں پچھنی کی پچھنی رہ گئیں۔ "تمہارا بھائی تو نہیں چل گیا میرا بھائی مگر تیرا رشتہ کراؤ گے؟" چھوٹی چچی ذرا تنگ مزاج تھیں فوراً غصے میں آگئیں۔

"مگر میں تمہیں ایک معصوم اور مظلوم لڑکی پر یہ حکم کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ تم اپنی زندگی سنبھالنے کی خاطر اسے مو نہیں بنا سکتے۔" کوئی اور موقع ہوتا تو اس کی آنکھوں سے نکلنے شعلے میری گھٹکی بندھا دیتے مگر اس وقت تو میں پوری کی پوری زبان تیکہ بنی جذباتیت کے ریکارڈ توڑ رہی تھی۔

"نہیں رو بھلا۔۔۔ میرا کو کچھ مت کہو۔" سو میرے پھر سے رو دی تو میری آنکھیں بھی بھر آئیں۔ یہ بالکل لڑکی کس بے مری محبت میں مبتلا ہو گئی تھی جو اس لفظ کے بھوں سے بھی بناؤ اقف تھا۔

"کیوں؟ کیوں نہ کہوں۔ بلکہ میرا بس چلے تو میں۔" ابھی میں جوش میں آکر "بس" چلانے کی کوشش کر رہی رہی تھی کہ از میر نے مجھے بازو سے پکڑا اور سو میرے پاس سے اٹھا دیا۔

"تم اپنی بس لو اور کہیں اور جا کر چلانے کی کوشش کرو۔ خبردار! جو اس معاملے میں کوئی بکیرا کھڑا کرنے کی کوشش کی ہو تو۔" وہ غریبا تھا۔

اور پہلے چاہے مجھ پر اس کے لب و لہجے کا اثر ہوا تھا یا نہیں مگر اب چند اچ کے فاصلے سے اس کی آنکھوں سے پکٹنے شعلے مجھے ہر اسل کر گئے۔ اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ میں شیر کی کچھار میں ہاتھ ہی نہیں بلکہ سر بھی ڈال بیٹھی تھی۔

"اگر مجھے اس ساری گفتگو کا ایک بھی لفظ کسی اور سے سننے کو ملتا تو واوا جان کی تار بجی ہندوق کے ساتھ تمہاری فونگی کی تار بج بھی لکھی جانے لگے گی۔" وائٹ پیس کر کہتے ہوئے اس نے میرے بازو کو خفیف سا تھکا دے کر چھوڑا اور تن من کر مایا ہر نکل گیا۔

اس قدر خوفناک اور قاتلانہ انداز نے مجھے جھنجھری دلا دی۔ مگر ساتھ ہی سو میرے کے پھوٹ پھوٹ کر رونے کی آواز نے مجھے سب کچھ بھلا کر اس کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کر دیا۔

سو میری میری جان! کہیں اس بے وفا انسان کے پیچھے اپنا زندگی برباد کر رہی ہو۔ دیکھا نہیں صاف

"ہائے پجاری سومیرہ!" چڑیا کو مارے دکھ کے
رونا آنے لگا۔
"دیکھ لو اپنے میسنے بھائی کا کارنامہ۔ اچھی بھلی
لڑکی کو روگ لگایا ہے۔" میرا بس زور میٹھ پر ہی پل
رکا تھا۔

"تو مجھے کون سا کم دکھ ہے۔ ایک ہی تو ارباب قزا
خو بصورت بھائی لانے کا۔ وہ بھی پورا نہیں ہونے
وا۔" اسے اپنا ہی دکھ تھا۔

"اب پجاری سومیرہ کا کیا ہو گا۔ کہیں غم کے مارے
وہ خود کشی ہی نہ کر لے۔" فائقہ کی سوچ ہمیشہ انتہائی
نوعیت کی ہوتی تھی۔

"اب جو بھی کرنا ہے ہمیں ہی کرنا ہے۔" میں نے
جوشیلے انداز میں کہا تو ان سب نے بنا سوچے کچھ
میری باتیں کی۔

"ہاں بالکل۔"
"شکر ہم کریں گے کیا؟" امین عرف ہانو کو تھوڑی
دیر کے بعد خیال کیا تھا۔

"ہم از میر کو مجبور کریں گے کہ وہ اس رشتے کو
بھلائے۔ سومیرہ ہی کیوں قربانی دے اپنے جذبات کی۔
از میر ہٹ کیوں نہیں۔" میں نے اٹل انداز میں کہا تو
ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

"شکر دے بھائی! اس میں تھوڑا خطرہ نہیں ہے
کیا؟" چڑیا نے ہچکچاتے ہوئے کہا تو مینا بی بی فوراً
بولیں۔

"تھوڑا نہیں بہت خطرہ ہے۔ بھائی کو تو یوں بھی ان
دنوں دارا جان کی زندگی کی لڑائی کے لیے کسی انسان کا
اشد ضرورت ہے۔"

"بلکہ وقت آنے پر وہ تو کسی کا خون بھی پی سکتا
ہے۔" تو دین نے جھرمجھری لیتے ہوئے کہا تو مجھے ان
سب کی ہزہلی پر غصہ آنے لگا۔

"ایسا کوئی ذریعہ کیا نہیں ہے۔ وہ بھی انسان ہی کا
ہے۔ تم لوگوں میں تو انسانیت بھی ہی نہیں۔ میں بات
کرتا کی اس سے۔ یوں ہزہلی دکھا کر آج تم سب

"اس پر تو گلتا ہے کسی نے تعویذ کر دیے ہیں۔
ہائے میرا فرمانبردار بچہ۔" تکی جان پجاری حد درجہ
سیدھی سادی تھیں ان کی تان بیٹھ تعویذ گندوں ہی پر
آکر ٹوٹتی تھی۔ انہیں شروع ہی سے میرو کو کسی کی نظر
بد گنتے سے خوف آتا تھا۔

"انور۔" وہ جھنجھلا سا گیا۔ "یہ کیا اشارہ پس کے
جذباتی ڈرامے شروع کر دیے ہیں آپ لوگوں نے۔
ایسے اچھے رشتے روز روز نہیں ملتے۔" مجھے اس وقت
از میر ہٹ کی چال کی پر رشک آیا۔ کتنی آسانی سے
سومیرہ کو اپنی راہ سے ہٹا کر اپنی لائن صاف کر رہا تھا۔
"تم میں بیٹھے بٹھائے ایسی کون سی برائی پیدا ہو گئی
ہے کہ اس رشتے سے انکاری ہو گئے ہاتھوں ذرا وہ بھی
بتاؤ۔" میرا بولنے کا قطعاً ارادہ نہیں تھا۔ مگر یہ
کجغنت زبان۔

"تم۔ تمہارا تو میں کسی روز گلا ہی دھاؤں گا۔
فسادی نہ ہو تو۔" وہ دانت کچکچا کر بولا تو اس کے انداز پر
میں بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اپنی شہادت کا کچھ
ایسا نہیں ہوا تھا مجھے۔

داو نے طیش میں آکر اپنی چھڑی اس کے شانے پر
ماری تو وہ خفا خفا سالاؤں گئی سے نہیں بلکہ گھبرائی سے
باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی داو نے بڑی تسلی سے
آنے والے مسابوں کی "سزوت افروختی" کی۔

"دیکھیں۔ بچوں کی خوشی کو ہر حال میں ترجیح دینا
چاہیے۔ آخر کو زندگی انہوں نے گزارنا ہے۔"
سومیرہ کے تکیا کی کواڑ باہر تک آ رہی تھی جہاں ہم
سب گززدور دوازے سے لگی پوری طرح سن سکتے تھے
کی کوشش کر رہی تھیں۔

"ہمیں اپنے بچوں کی ہر خوشی کا پورا خیال ہے۔
آپ فکر مت کریں۔ یہاں زور زبردستی کچھ طے نہیں
ہو۔" داو نے بہت رکھائی سے کہتے ہوئے بات ہی
ختم کر دی تھی۔ سومیرہ زور پڑتی رنگت کے ساتھ
سادی بجٹ سن رہی تھی۔ ان لوگوں کے اٹھتے ہی
بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

طرح دہراتے رہتے ہیں اور بس۔" مانو کی جذبات نگاری کمال کی تھی۔ میں خود دل پر ہاتھ رکھے وہیں فلور کشن کو پہاڑ پر ڈھکے گئی۔

"اوہ۔" معاذ بدک کر سیدھا ہوا۔
 "مردوں میں ایسی کون سی بیوفائی دیکھ لی تم نے۔ کہاں بڑھا بھی کہ بیوی اور چار بچوں کو چھوڑ کر شوہر اپنی معشوقہ کے ساتھ فرار ہو گیا؟" ابرار نے چمک کر پوچھا۔

اسے تو یوں بھی بیماری تھی کہ صبح صبح ہماری جان جلانے کی خاطر ایسی خبریں عین ناشتے کے وقت ڈھونڈ ڈھونڈ کر سناتا کرتا تھا۔

"ہر بھاننے والی عورت کے پیچھے ایک مرد کا ہاتھ ہوتا ہے۔" میں نے با آواز بلند کہا تو وہ چاروں منجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگے۔

"رہنے والی! ایک نامہ رسالتی بھانے کو گھر میں بچوں کے ساتھ موجود ہو سر اودے بھانے کو بھگالے جا رہا ہے پھر بھی مرد بے وفا۔"

"اور یہ از میرٹھ۔ جو بیچ راد میں سومیر کو چھوڑ کر فرار ہو رہا ہے اس کی بے وفائی کو کون سے پٹڑے میں تولو گے تم؟" مانو کو غصہ آیا تھا۔ اور مجھے اس سے بھی زیادہ۔

یعنی کہ حد ہو گئی تب ہی آہستہ آہستہ از میرٹھ "بنتے جارہے تھے۔ عورتوں کے لیے حدود و قیود نافذ کرنے والے انہیں اپنے پیچھے ہوئے ایک دائرے میں رکھتے ہوئے فیصلے کا حق اپنے ہاتھ میں رکھنے والے۔

"یہ بھی اس کی اچھائی ہے کہ ابھی سے انکار کر رہا ہے۔ اگر شادی کے بعد دوسری کر لیتا تو تم لوگوں کو زیادہ تکلیف ہوتی اور اس "بیچاری" کو بھی۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"کس قدر کہنے ہو تم حسان! تم لوگ اپنے سگے کی اچھائی کے کمن گارہے ہو جس کی وجہ سے وہ بیچاری بستر سے جا گئی ہے۔" مجھے جی بھر کے غصہ آیا تھا۔

"وہ لوگ درجہ کی کابل اور پھوڑ لڑکی ہے۔ جب سے آئی ہے بستر سے لگی ہوئی ہے۔ اپنی سسٹمی کی وجہ

سومیر کو اس کی خود غرضی کی بھینٹ چڑھا رہی ہو کل کو جب تمہارے جذبات کا استحصال کیا جائے گا تب کیا کرو گی؟" میری تقریر کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئی تھی جیسی تو وہ چھ کی چھ پگھل کر موم ہو گئیں۔

"ہم تمہارے ساتھ ہیں روحا۔" سدا کی کم گو ماہن نے با آواز بلند اعلان کیا تو اندر آتے ابلیس کے چیلوں کے کان کھڑے ہو گئے۔

"لگتا ہے یہاں کوئی بہت بڑی سازش ہو رہی ہے۔" حسان نے فضا میں کچھ سوچنے کی کوشش کی تھی۔

"یا پھر انہوں نے کوئی سیاسی پارٹی جوائن کر لی ہے۔" معاذ کا انداز رنجین تھا۔
 "آئی بی جیس قوم۔" میں جیسے لمبے میں کستی فلور کشن اٹھا کر تہہ در تہہ رکھنے لگی۔

"مہر حال۔ ہم صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہاں کیا سازش کی جا رہی ہے؟" حسان نے بارعب انداز میں پوچھا تو فائدہ کو بھائی کا انداز ایک آنکھ نہیں بھایا۔

"کیوں بھی۔ تم لوگ کیا اقوام متحدہ کی ممبر شپ لے کر آ رہے ہو؟"

"مگر تو! تمہیں نہیں لگتا کہ ہمارے گھر کے لڑکوں کی عادتیں بالکل امریکہ جیسی ہیں۔ بنا اجازت ہر کسی کے کلام میں ٹانگ اڑانے والی۔" میں نے طنز کیا۔

"اور اگر کبھی اخبار کا مطالعہ کیا ہو تو تم لوگوں کو بہت پہلے اور آگ ہو جانا کہ تم لوگوں نے اندر ہی اندر سازش کا بازار گرم کرنے کی عادت یقیناً پڑوسی ملک سے اودھاری ہے۔" حسان نے باقاعدہ میری حب الوطنی کو لٹکارد۔ وہ میرا ویک پوائنٹ اچھی طرح جانتا تھا۔

"شہزادہ جو کبھی مجھے ان سے تشبیہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔"

"تو پھر یہ ساتھ دینے کی کیا باتیں ہو رہی تھیں؟" علی فوراً اصل پوائنٹ کی طرف آ گیا۔

"نامہ رسالتی بھانے کی عادت تو ہم خواتین کی گھٹی مسکائی ہوئی ہے۔ اپنی فطرت کا یہی سچ تجلید عہد کی

سے "معائنہ جتہ بولا۔

"تم لوگ کبھی بھی لڑکیوں کے جذبات و احساسات کو نہیں سمجھ سکتے۔" مینا کو تسف ہوا۔

"میں اس سلسلے میں گہری ریسرچ کر رہا ہوں۔ آج کل پوری دس لڑکیوں کے ساتھ جنٹنگ ہو رہی ہے میٹ پر۔" وہ صوفے پر دراز ہوتے ہوئے اطمینان سے بولا تو میں فرط جذبات سے مٹھیاں پیچھ کر رو گئی۔ اگر ایسا ہی کوئی اعتراف ہم لڑکیوں میں سے کسی نے کیا ہوتا تو ہل بھی ضائع کیے بغیر یہ سب لڑکے دادا جان کی تاریخی رندوں کی جانب بھاگتے۔

"بہر حال۔ اتنی آسانی سے تو ہم بھی از میرٹ کی جان نہیں چھوڑنے والے۔" میں نے انہیں دھمکا یا تو معاذ نے لاہور والی سے ہاتھ جھٹک کے گویا کبھی اڑائی جبکہ باقی تینوں نے باقاعدہ ولن ٹائپ قہقہہ لگا کر میرے اس دعوے کا مذاق اڑایا تھا۔



میں ابھی سو میہ کے پاس سے آ رہی تھی۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو اور ہونٹوں پر ایک ہی تکرار تھی۔

"میسو کا کوئی قصور نہیں رہا! میں ہی اس کے قابل نہیں ہوں۔" اور اس کی یہ بے بسی مجھے پوری طرح بھڑکا چکی تھی۔

"چلو ذرا آج اس میسو سے تو دو دو ہاتھ ہو جائیں۔" میں نے جوش میں اگر اپنی آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا جنہیں مینا نے فوراً ہی پیچھ کر پیچ کر دیا۔

"تو جی آستینیں بھائی کو سخت ناپسند ہیں۔" اس کے اعتراض پر مجھے از میرٹ کی شعلے انگشتی آگ لگیں یاد آئیں۔ مگر پھر فوراً ہی خیال آیا کہ یہ تو پہلے ہی موقع پر ہار مان لینے والی بات تھی سو دوبارہ آستینیں چڑھا لیں۔

"اس وقت ہم اپنی منوانے جا رہے ہیں کہ اس کی۔"

"لیکن روہا اگر اسے غصہ آیا تو؟" چڑیا چٹکی پائی تو

میں نے اس کے شانے پر ایک ہاتھ رسید کیا۔ "تم تو نہ ہی جاؤ میرے ساتھ۔ پتہ چلے وہاں جاتے ہی ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔" وہ میرے طنز کو پروانہ آزادی سمجھتے ہوئے میرے وضاحت کرنے سے پہلے ہی اڑ چھو ہو گئی۔

"ذلیل۔ دیکھنا تو سہی۔ کل ہم سب کا یونی اسٹیشن کیا جائے گا اور ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم آج ہی اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائیں۔"

"بالہ۔ ہاں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" ان سب نے پھر سے یقین دہانی کرائی تھی۔ اور از میرٹ کے کمرے تک واقعی وہ میرے ساتھ تھیں۔ اندر داخل ہوتے ہوئے میں سراسر ان پر رعب ڈالنے کی خاطر دو قدم آگے ہو گئی مگر کمرے میں داخل ہو جانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میرے پیچھے دروازہ بند ہو گیا تھا۔ یعنی میں اکیلی ہی شیر کی کچھار میں آکھسی تھی۔ ان چاروں کے وعدے اور یقین دہانیاں کسی کرپٹ سیاستدان کا دعوا لگی تھیں۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہوتے۔

سامنے بستر پر نیم دراز کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف از میرٹ اب مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے میں مصروف تھا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میں دروازہ کھٹکھٹائے بغیر اندر آنے کی گناہگار ہو چکی تھی۔

"بہت خوب۔ یہی تمیز سیکھی ہے تم نے اسکول اور کالج میں؟" وہ طنزیہ انداز میں کتا اٹھ بیٹھا تو میں جھجکی ہو گئی۔

"دراصل۔ مینا اور وہ سب میرے ساتھ تھیں۔" میں نے سوچا ان میں سے کوئی ناگ کروے گی۔

"مگر تمہیں ضرورت ہی کیا تھی میرے کمرے میں آنے کی؟" وہ اس قدر بے مروتی سے بوجھ رہا تھا جیسے میں نے اس کی راجدھانی میں قدم رکھ کر کوئی سنگین جرم کر ڈالا ہو۔ اس کے لب و لہجے نے مجھے محتاط کر دیا۔ شدید غصے کے عالم میں وہ میرے قتل کا بھی

میں اپنے کمرے سے مکر کر معصوم بن جایا کرتی تھی۔
 "اور وہ جو اس روز مجھے کوسنے دے رہی تھیں وہ کیا تھا؟" وہ احتساب پر اتر آیا تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔
 میں نے تھوک نکل کر حلق تر کرنے کی کوشش کی۔
 "دراصل۔۔۔ وہ سب تو سوسمہ کو خوش کرنے کے لیے۔۔۔ وہ کیا سوچتی کہ ہم میں سے کسی کو بھی اس سے ہمدردی نہیں ہے اسی لیے بس تمہیں "ڈراسا" برا بھلا کہہ دیا۔"

"ہول۔۔۔" اس نے بات سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ پھر مجھے ٹھوہرتے ہوئے پوچھنے لگا۔
 "تم میں سے کسی نے اس سے اصل بات پوچھی ہے؟"

"مجھے ساری بات کا پتا ہے۔" میں نے غاخر سے کہنا چاہا تھا مگر وہ غصے سے میری بات کاٹ گیا۔
 "تمہیں تو یوں بھی جدھر سینک سا میں اوھر بھاگنے کی عادت ہے۔ لیکن آج کے بعد اگر میں نے تمہیں اس گھر میں جلے جلوس نکالتے دیکھا تو۔۔۔" وہ لب بچھڑ گیا تھا۔ عمر بانی کی آدھی دھمکی اس کی سپاہ آنکھوں میں واضح تھی جسے پڑھ کر دوا جان کی تاریخی بندوبستی میری آنکھوں کے سامنے ناچ گئی۔ اس کے بعد میں جتنی پھرتی سے وہاں سے بھاگی اس پر وہ بھی حیران ہوا ہو گا۔

میں نے سیدھا سوسمہ کے کمرے میں آکر دم لیا۔
 جہاں وہ چاروں مغزور بھی موجود تھیں۔ میں نے جاتے ہی جتنی گالیاں یاد تھیں انہیں دیں مگر پھر ان کے تاثرات نے میری زبان کو بریک لگا دی۔
 "تم لوگوں کا ہنگاموں کا کاروبار ٹھپ ہو گیا ہے کیا؟"

"ان سے نہیں مجھ سے پوچھو۔" سوسمہ چمکی تو میں حیرت زدہ سی اس کی طرف مڑ گئی۔ ابھی کچھ دیر پہلے تک وہ اشارہ پس کی تسکین کی طرح "بٹ ہاؤس" کو آنسوؤں کے سیلاب میں ہما دینے کو تھی۔ اور اب اس کی سنہری آنکھوں کی چمک قابل دید تھی۔ مابین زرمینہ "این" فائنڈ ٹورین اور چڑیا کی بچھی آنکھوں

میں مرکب ہو سکتا تھا۔ اس لیے میری بھلائی اسی میں تھی کہ میں اس سارے دورانے میں دروازے کے قریب ہی رہتی تاکہ اچانک فرار آسان ہو سکے۔
 "وہ میں۔۔۔ سوسمہ کے سلسلے میں بات کرنے آئی تھی۔" میں نے اپنی تمام تر ہمت جمع کرتے ہوئے کہہ دی ڈالا۔

"بہت خوب۔ لگتا ہے تم نے وکالت کا امتحان پاس کرنے کا سوچ ہی لیا ہے۔" میرا دل خوش فہمی میں گہرا۔ یعنی میرے اعتماد نے اسے متاثر کیا تھا۔
 "میں ایک لڑکی کی زندگی برباد ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔" میں نے معوہ مارنے والے انداز میں کہا تو اس کی خشمگین نگاہوں نے مجھے گڑبڑا دیا۔

"میرا مطلب ہے کہ سوسمہ بیچارہ کا کیا قصور ہے؟" میں منمنائی تو وہ بستر سے اتر کر ننگے پاؤں قالین پر چلتا میرے سامنے آکھڑا ہوا۔

میں وہیں جمی کھڑی تھی۔ مگر اس کی وجہ میری ہمدردی قطعاً نہیں تھی بلکہ درحقیقت میرے پاؤں جیسے قالین سے چپک گئے تھے۔ اور ناگہان کبھت بھاگنے سے انکاری۔

"آخر تمہیں تکلیف کیا ہے؟ گھر میں اتنی لڑکیاں ہیں مگر کوئی بھی یوں منہ ماری نہیں کرتی جیسے تم کرتی ہو۔" اس کی سختی سے کسی بات پر میرا اعتراف بے ساختہ دے اختیار تھا۔

"وہ سب تم سے ڈرتی ہیں۔"
 "اوغ۔ تو تم مجھ سے نہیں ڈرتی؟" وہ طنز "بولوا۔"
 "نہیں تو۔" میرا مطلب ہے کہ ڈر اور احترام میں فرق ہوتا ہے نا۔" میں نے فوراً اپنے بھانجے کی تدبیر میں ایک عدد ڈانیا لوگ جھازا تو وہ ایک قدم آگے بڑھا اور میں قدم مزید پیچھے ہٹ کر دروازے سے جا لگی۔

"چہ خوب۔" یعنی باقی سب مجھ سے ڈرتی ہیں اور تم میرا احترام کرتی ہو۔" وہ یقیناً تسخیر اڑا رہا تھا۔ مجھ سے اٹھت میں سر ہلانا مشکل ہونے لگا۔ میرے خیالات سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ وہ کہاں کا قومی ترانہ تھا کہ میں اس کا احترام کرتی۔ ہاں یہ الگ بات تھی کہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

زیرِ ذریعہ ہورہی تھی۔
 ”پھر یہ کہ تھوڑا سا ہنگامہ بچانے کے بعد اب نانو
 زیادہ سے میری شادی پر بالکل راضی ہیں۔“ وہ نفا خزانہ
 انداز میں بولی تو میں گہری سانس بھرتی ان سب کے
 پاس ڈھیر ہو گئی جو پہلے ہی ان انکشافات پر مت بنی بیٹھی
 تھیں۔



کھانے کی میز پر ہم ساتویں ہی رہ گئی تھیں۔
 ”یہ سب تمہاری کالی زبان کا کرشمہ ہے۔ میرا بیچارہ
 بھائی شادی شدہ ہوتے ہوتے رہ گیا ہے۔“ زرمینہ
 نے میرے سر پر خالی پلیٹ بھائی تو میں نے صلح جووانہ
 انداز میں کسنا چاہا۔
 ”دیکھو یہ سب قسمت کا کھیل ہے۔“

”ہو کواں مت کرو۔ تم ہی نے اسے کنوارا رہنے کی
 بددعا دی تھی۔“ اس نے مجھے آنکھیں دکھائیں۔ اب
 جبکہ از میرٹ ہر الزام سے بری ہو چکا تھا تو وہ پھر سے
 زرمینہ اور ایمین کا عزیز از جان بھائی بن چکا تھا۔ سو
 اب تمام گولہ باری مجھے غریب پر ہورہی تھی۔
 ”تم شاید بھول رہی ہو کہ یہ بددعا اس فتنی نے دی
 تھی جو اس وقت تمہارے ساتھ معصومہ بنی بیٹھی
 ہے۔“ میں نے فائدہ کی طرف اشارہ کیا تو وہ صاف مگر
 گئی۔

”مجھے تو ایسا کچھ بھی یاد نہیں۔ اور ویسے بھی اس
 وقت تم ہندے کو اپنی چٹنی چڑی باتوں میں ایسا بھانسی
 ہو کہ وہ وہی کہتا ہے جو تم چاہتی ہو۔“
 ”اے۔“ میں اس کی طوطا چٹنی پر انگشت

بدنماں تھی۔
 ”اگر میرا بھائی کنوارا رہ گیا تو میں تمہاری بھی کہیں
 شادی نہیں ہونے دوں گی۔“ زرمینہ نے اپنے
 خوفناک عزائم کا برملا اظہار کیا۔ تو میں جو اتنی دیر سے
 زیرِ عتاب تھی اپنے مخصوص منہ پھٹ انداز میں بولی
 اٹھی۔
 ”دیکھو مینا! ہانا کہ اس سارے قصے میں تمہارے

اور کھلے منہ کا مطلب اب میری سمجھ میں آیا تھا۔
 ”میں ابھی میو کے کمرے سے آ رہی ہوں۔ وہ تم
 سے شادی پر ایک فیصد بھی راضی نہیں۔ پھر تمہارے
 ہاتھ ایسا کون سا خزانہ لگ گیا ہے؟“ میں عقل کل بھی
 یہ منہ حل کرنے میں ناکام رہی تھی۔
 ”کیا۔۔۔؟“ وہ میری بات سن کے ہنسی تو پھر ہنستی
 ہی چلی گئی۔

”تم میو کو مجھ سے شادی پر رضا مند کر رہی
 تھیں؟“ وہ اپنے سینے پر انگشت شہادت رکھتے ہوئے
 بولی تو میں اس کے شبلی لبوں کے نرم گوشوں ہی سے
 نہیں بلکہ سنہری آنکھوں سے بھی پھوٹ رہی تھی۔
 میں نے اہانت میں سر ہلایا تو وہ یونہی ہنستے ہوئے بولی۔
 ”مگر میں نے کب کہا کہ میں اس سے شادی کرنا
 چاہتی ہوں۔“

”تو۔۔۔؟“ میری دھڑکن ختم سی گئی۔
 ”میرا کزن ہے نا زیادہ اسی سے۔“
 ”کیا۔۔۔؟“ میرے منہ سے بے اختیار چیخ سی نکل
 گئی تو وہ مسکراہٹ دہاتے ہوئے شرمیلے انداز میں
 بولی۔

”میں اسی سے جھگڑ کے یہاں آئی تھی۔ غصہ شدید
 تھا اور کچھ نانو کی بیماری کا خیال۔ بس زیادہ کمزور پکھانے
 کی خاطر میو سے منٹنی کر بیٹھی۔ مگر مجھے نہیں پتا تھا کہ
 یہ سب اتنا سیریس ہو جائے گا۔ مجھے احساس ہوا کہ زیادہ
 گو سرا دینے کی خاطر میں خود کو کتنی بڑی مصیبت میں
 پھنسا چکی ہوں۔ تب میں نے سب سے پہلے میو سے
 بات کی۔“ وہ سانس لینے کو رکھ کر میری سانس رککنے
 لگی۔

”وہ پہلے تو مجھ پر بہت مگر جابر سا۔ لیکن اوپر سے وہ
 جتنا بھی غصے والا کیوں نہ ہو اندر سے بہت سوہنہ ہے۔
 سب کا احساس کرنے والا۔ اس نے سارا الزام خود پر
 لیتے ہوئے مجھے ڈی گریڈ ہونے سے بچایا۔ سب گھر
 والوں کی ناراضی سہی۔ اور آج اس کے ہمت دلانے پر
 ہی میں نانو سے حقیقت کھپائی ہوں۔“
 ”پھر۔۔۔؟“ انکشاف ورا انکشاف۔ میری تو ہستی

بھائی کا کوئی قصور نہیں مگر معاف کرنا اس قصے سے بالا تر بھی وہ ایک انتہائی سنگدل اور بے مروت شخص ہے۔ غصہ جس کی ٹانگ پہ دھرا رہتا ہے۔ اقوام متحدہ نے اسلامی ممالک کے آئسے حقوق ضبط نہیں کیے ہوتے جتنے کہ اس نے ”بٹ ہاؤس“ کی لڑکیوں کے کیے ہیں۔“

”مگر تم بھی یہ حقیقت بھول رہی ہو کہ سومیہ کو اس کا حق اسی نے دلایا ہے۔“ فائقہ کی یادداشت بروقت کام کر گئی تھی۔ اور یہ سب سچ تھا مگر اب کیا کیا جاسکتا تھا۔ ماسوائے از میرٹھ سے معافی مانگنے کے اور یہ میرے گروپ کا متفقہ فیصلہ تھا۔ میں نے منمن کر رہی تھی۔ بھری توان سب نے میری پشت تھپک کر میرا حوصلہ بڑھایا۔

اب کی بار شیر کی کچھار میں جانے کے لیے صبح تڑکے کا وقت طے کیا گیا، جب میو جانگ کے لیے اٹھا تھا۔ مکروائے قسمت وہ الارم لگا کر سونے کے باوجود ہم میں سے کوئی بھی اٹھ بچے سے پہلے نہیں اٹھ پایا تھا۔ کسی کے زوردار طریقے سے، جتنجوڑنے پر میں حواس باختہ سی بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”آہم سوری میو۔“ مندی آنکھوں کے ساتھ میں نے کشنی انداز میں وہی کہا جو میں ساری رات خواب میں کہتی رہی تھی۔ جیتانے مجھے بازو سے پکڑ کر اندر کے درخت کی طرح ہلا ڈالا۔

”ساری ہماری سوتے میں ہی دکھاو گی کیا۔!“ میں بڑبڑا کر حواس میں لوٹی تھی۔ اگلے پانچ منٹوں میں مندر بہت پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد میں ان سب کی معیت میں از میر کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔

”کمانا معاف کرنا ہنوں۔ اور جڑیا آکر مجھے کچھ ہو گیا تو میری ساری جیولری تم لے سکتی ہو۔ اور ہاں وہ میڈن سوٹ اور کنڈن کا سیٹ نورین کو دے دینا اس کی کب سے نظر ہے اس پر۔“ تجھے اس کمرے سے زندگی کے آنے کی زیرو پرسنٹ بھی امید نہیں تھی سولہا رقت ظاہری ہوتا کچھ ایسا عجیب امر نہیں تھا۔ مگر جیتا اور رہی فکر تھی۔

”تم! بس اپنی وصیت کی ششوں پر غور ہی کرتی رہ جانا اور ہر بھائی آس کے لیے نکل جائیں گے۔“ فائقہ اور نورین نے مجھے کمرے میں دھکا دے کر پھرتی سے دروازہ بند کر لیا۔ نتیجتاً میں سیدھی کسی رویمینٹک فلم کی بے باک ہیروئن کی طرح از میر سے جا ٹکرائی۔ مگر اس ناگہانی آفت سے سنبھلنے میں اسے کچھ ہی سیکنڈ لگے تھے۔ ایک جھٹکے سے اس نے مجھے پیچھے ہٹایا تھا۔

”یہ کیا بیوہ کی ہے؟“ وہ جس قدر۔ غضبناک ہو تا کم تھا۔ اور میرا دل چلا رہا تھا کہ زمین چٹے اور میں اس میں سما جاؤں۔

”آہم سوری۔“ میں نے اپنی پوری ہمت مجتمع کر کے کہنا چاہا مگر فقط لب ہی بلا پائی۔

”اب پول کھڑی کون سے منتر پھونک رہی ہو؟“ وہ میری خاموشی اور جاہل انداز سے چڑ گیا تھا۔ مگر یقیناً جلدی میں بھی تھا اس لیے بستر کے کنارے پر تک کر پیروں پر جرائیں چڑھانے لگا۔ کمرے میں آفٹر شیو لوشن، شیر کریم اور پرفیوم کی خوشبو مائل کو معطر کر رہی تھی۔ وہ ہمیشہ اسی انتہام سے تیار ہو کر آفس جایا کرتا تھا۔ میں نے اس کی مصروفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک گہری سانس اندر کھینچ کر خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی تھی۔

سیاہ چمکتے جوتوں کے تسمے باندھ کر وہ اسی غلجٹ میں اٹھا اور سائڈ بورڈ سے اپنا موبائل فون اور پائیک کی چابی اٹھائی اور آئینے میں جھانک کر اپنی تیاری کا آخری بار جائزہ لیا۔ اس اثنا میں شاید وہ میری موجودگی فراموش کر چکا تھا کچھ بھی تو جب پلٹا تو مجھے دیکھ کر اس کی پیشانی پر پھر سے ہل پڑ گئے۔

”تم ابھی تک بیس کھڑی ہو۔“ اب ہندہ پوچھے صبح سویرے صرف اس کے گلے لگنے کے لیے تو میں اس کے کمرے میں نہیں آئی تھی نا۔

”دراصل میں تم سے الہکسیوڈ کرنے آئی تھی۔“ میں نے چہرے پر جی بھر کے مظلومانہ تاثرات سجاتے ہوئے سر جھکا یا تو وہ کمرے طے سے بولا۔

”اس میں ایسی کون سی نئی بات ہے۔ تمہیں تو

سفر تو قسمت والاں کو ملتا ہے۔ سومیر نے بھی تمہیں پسند نہیں کیا وہ تو بس زیا کو پسند کرتی تھی اس لیے تمہیں بھلا کون رنجش کر سکتا ہے۔ تم تو اتنے ذہین آتے پسند سم ہو۔ اب تم داد کو اپنی پسند کی لڑکی کا ہاتھ گے تو میں ضرور تمہاری مدد کروں گی۔
 ”تمہیں کس نے کہا کہ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے؟“ سینے پر بازو پٹینے ہوئے اس نے مجھے گھورا تو اس کے لب و لہجے کی سختی سے مجھے اندازہ ہوا کہ اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے چکر میں میں کچھ اور ہو گئی تھی۔

”میرا یہ مطلب نہیں۔ وہ تو میں۔“ میں نے مصالحتانہ انداز میں پھر سے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی تو وہ درشت لہجے میں بولا۔
 ”اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ تو بہت بہتر ہو جائے گی۔ کیونکہ مجھے لڑکیوں کا یوں دندناتے ہوئے اپنے بندروں میں آنا اظہارِ پسند نہیں۔“

لوجی۔ کہاں کی ہمدردی اور کہاں کا اچھا پن۔ میرے تو تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ اب بندے میں ذرا سی بھی ہمت ہو تو پوچھے کہ میں کون سا اس سے رو نہیں بگھارنے یا صبح صبح اچھے شکر کے طور پر اس کی شکل دیکھنے کے لیے اس کے کمرے میں آئی تھی۔ یہ تو وہی بات ہوئی کی نماز بخشوانے آئے تھے اور روزے ٹھکے پڑ گئے۔ اب اسے منہ پر تو برا بھلا نہیں کہہ سکتی تھی سو محض منہ پھلائے باہر چلی گئی۔ جہاں وہ لوگ میرا انتظار کر رہی تھیں۔

”اللہ کرے از میرٹ! تمہاری شادی وہیں ہو جائے گی۔“
 ”اللہ کرے از میرٹ! تمہاری شادی وہیں ہو جائے گی۔“
 ”اللہ کرے از میرٹ! تمہاری شادی وہیں ہو جائے گی۔“
 ”اللہ کرے از میرٹ! تمہاری شادی وہیں ہو جائے گی۔“

”کہیں بھی ہو جائے تمہاری بد دعا ضرور پوری ہو جائے گی۔ بھلا کون لڑکی بھائی ہو ش و حواس اس مرکنے تیل سے شادی پر راضی ہوگی۔“
 ”اللہ کرے از میرٹ! تمہاری شادی وہیں ہو جائے گی۔“

چاہے کہ روزانہ صبح آکر میرے سامنے سوری کہہ جایا کرو کیونکہ پورے دن میں تم ایسی کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرتی ہو کہ ایک نئی ایکسکیوز تیار ہو جاتی ہے۔“

”غیر۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ وہ تو بس سومیر کے معاملے میں میں کچھ جذباتی ہو گئی تھی۔“
 میں نے بڑے مدبرانہ انداز میں اپنا دفاع کرنا چاہا تو وہ سابقہ انداز میں بولا۔

”تم سومیر کے نہیں بلکہ ہر معاملے میں ملکہ جذبات ہو۔ خاص طور پر میرے متعلق سب کا تاثر خراب کرنے میں۔“ میں گڑبڑا اٹھی۔ وہ کچھ کہتا نہیں تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ کچھ سمجھتا بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود اگر میں بٹ باؤس میں زندہ سلامت پھر رہی تھی تو وہ معجزہ ہی تھا۔ لیکن کچھ بھی ہو سومیر کی مدد کر کے وہ ہم لڑکیوں کی گڈ بک میں آچکا تھا۔

”تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے میرا! ہم نے بلکہ خاص طور پر میں نے بھی ایسا نہیں سوچا۔ بلکہ میں تو تمہارے متعلق سب کے خیالات تبدیل کرنے کی پوری کوشش کرتی رہتی ہوں۔ آج کل تم جیسے لڑکے کہاں ملتے ہیں۔ اتنی اچھی سوچ اور تفصیل طبیعت کے مالک۔ میں تو کہتی ہوں ہر لڑکی کو تم جیسا شوہر ملنا چاہیے۔ تمہاری تو جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ ہمیں تو فخر ہے کہ تم ہمارے کزن ہو۔“ میں نے جو منہ میں آیا اس کی تعریف میں بک دیا اور جوش خطابت میں یہ بھی دھیان نہیں دیا کہ وہ میرے عین سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ بقول ماہین کے ”روہا! جب تم منہ کھولتی ہو تو تمہیں سننا اور دکھائی دینا بند ہو جاتا ہے۔“ ابھی بھی جب میں سانس لینے کے لیے تھی تو اسے بغور اپنی طرف دیکھتے پایا۔ مجھے شک سا ہوا کہ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ شاید وہ میری باتوں کو جھوٹ سمجھ کر تمسخر اڑا رہا تھا۔ تبھی میں نے پریتمین انداز میں کہا۔

”پریتمین کرو میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ تم جیسا ہم

”خالمو۔ میرا ایک ہی تو پیمانہ ہے خوبصورت بھابی لانے کا۔“

اور یہ فیصلہ بھی اسی روز ٹھیک چند روز صفت کے بعد ناشتے کی میز پر ہو گیا۔ میری بددعا اس قدر سرعت سے اثر کرے گی یہ مجھے معصوم نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

”اب تمہاری بھی شادی ہو جانی چاہیے میرا“ داؤد کی محبت اور شفقت پھر سے لوٹ آئی تھی۔ وہ ناشتا کرتے ہوئے مسکرا رہا۔

”نہیں داؤد! جب تک یہ لڑکیاں اس گھر میں ہیں تب تک تو میں شادی نہیں کروں گا۔“

”اف۔“ میں دانست نہیں کروں گی۔ ایسا کون سا جباب پس گھر میں لارہا تھا کہ ہم جیسی خوبصورت اور خوب سیرت (نظام خون) لڑکیوں میں اسے کیڑے دکھائی دینے لگے تھے۔

”تو اس میں کون سی ناممکن بات ہے۔ تب تک معنی تو ہو سکتی ہے نا۔ اس طرح ایک دو سرے کو جانے اور سمجھنے کا موقع بھی مل جائے گا۔“ ہائے۔ داؤد کی یہ روشن خیالی۔ (مگر صرف پوتوں کے لیے) ہمیں بے تحاشہ رشک آیا تھا۔ سب نے داؤد کی ہاں میں ہاں ملائی سوائے ہم ”نامحرموں“ کے۔ جو ایک بار پھر اس کے دشمنوں کی فرست میں آچکی تھیں۔ داؤد اس کی پسند کی لڑکی کی خصوصیات پوچھ رہی تھیں۔ ”بس داؤد! مشکل و صورت تو آجی بھی چلے گی ہاں بہت فوجدار سمجھ دار اور ذمہ دار ہو۔“

”مہمند ارگنا بھول گئے ہیں محترم۔“ میں نے جھک کر اپنے گروپ سے قافیہ تیسرے کیا تو وہ اپنی اسی دیانے لگیں۔

”تو پھر نام بھی بتاؤ اپنی پسند کی لڑکی کا۔“ داؤد بڑے شائیلہ موڈ میں تھیں۔ ہم بیچاریوں کے دلوں پر تو تحریکوں ہی چل سکتیں جنہیں ابھی تک اپنی پسند کے چارے پسنے کی بھی ممانعت تھی۔

”گھر سے نہیں داؤد! یہ تو آپ کا بپار صفت ہے۔“ وہ فوجداری کے ریکارڈ توڑ رہا تھا اور سب اس کے

”اب و آداب“ دیکھ کر واری قویاں جا رہے تھے۔ جیسی میری بددعا انگڑائی لے کر سیدہ ہوئی اور پھر پھیلا کر پورے کمرے کا چکر لگانے کے بعد میرے سر پر آکر اڑنے لگی۔

”تو پھر ٹھیک ہے۔ تمہارے ساتھ ساتھ گھر کی ایک لڑکی بھی ٹٹ جائے گی۔“ داؤد اطمینان سے کہہ رہی تھیں۔

”نہیں۔ لڑکی نہ ہوئی بھیڑ بکری ہو گئی۔“ میرا دھیان کہیں اور تھا۔

”تو پھر میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں نے تمہارے لیے رو بھا کو چنا ہے۔ یعنی انہوں کے عیب تو خود ہی دھکنے پڑتے ہیں۔“ داؤد نے چمکا لگایا تھا۔ چند لمحوں کے بعد جب بات میری سمجھ میں آئی تو میرا کھایا پیا سب باہر آنے لگا۔

”نہیں داؤد۔ میں بھلا کیسے۔“

”او فو۔ مجھے پتا ہے لڑکی! تمہیں ابھی از میرے لیول پر آنے میں بہت تاخیر چاہیے مگر مجھے میسر ہو پورا بھروسہ ہے یہ سب سیٹ کر لے گا۔“

اپنی دانست میں تو داؤد مجھ پر احسان عظیم کر رہی تھیں۔ اور لوہر غصیلایٹ سب کی خوشی اور تحیر سے بے نیاز ناشتے میں مصروف تھا۔ میں واقعی کسی مظلوم بھیڑ بکری کی طرح اپنے گروپ کی طرف دیکھنے لگی جس کی نظروں میں میرے لیے ہمدردی ہی ہمدردی تھی۔

رعمرن ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ

ایر میوسٹس

بہ رو حصوں میں شائع ہو گئی ہے

مکتبہ عکرمون ڈائجسٹ، ۲۴ اردو بازار کراچی